ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید مومن کی سیرت و کردار میں پہلی چیز جس کی جستجو ہونی چاہیے وہ یہی ہے کہ اس کی داڑھی کا طول کتنا ہے۔

سوال: داڑھی کی مقدار کے عدم تعین کا جو مسئلہ ہماری جماعت میں پھیل نکلا ہے، اس کے ماتحت بعض رفقاء نے اپنی داڑھیاں پہلے سے چھوٹی کرائی ہیں اور اب ان خشخشی داڑھیوں کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ کہیں "احمدی داڑھی" کی طرح ان بھی کوئی فرقی نام نہ پڑ جائے اور عوام کے لیے یہ چیز فتنہ نہ ثابت ہو۔ چونکہ علماء کا متواتر تعامل مشت بھر داڑھی رکھنے کا ہے، اس وجہ سے میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں بھی اسی کا التزام کرنا چاہیے۔

جواب: آپ کا قلب جس چیز کے اوپر گواہی دے، آپ کو خود اس پر عمل کرنا چاہیے، لیکن اسی چیز کو دوسروں کے لیے ضابطہ بنانے کی خواہش نہ ہونی چاہیے۔ میرے نزدیک کسی کی داڑھی کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔ اصل چیز جو آدمی کے ایمان کی کمی اور بیشی پر دلالت کرتی ہے وہ تو اور ہی ہے۔ البتہ مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان کی کمی کو بعض ظاہری چیزوں کی بیشی سے پورا کرنے کی اب تک کوششیں کی جاتی رہی ہیں، کہیں ہماری جماعت کے بھی کچھ لوگ اسی مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر کسی کی حقیقی جاں نثاری و وفاداری اللہ کی راہ میں "طویل" ہو تو کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے گا، اگر اس کی داڑھی "قصیر" ہو، لیکن اگر جاں نثاری و وفاداری "قصیر" ہے تو یقین رکھیے کہ داڑھی کا طول کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔ بلکہ بعید نہیں کہ خدا کے ہاں اس پر فریب کاری اور مکاری کا مقدمہ چل جائے۔

آپ اس کی فکر نہ کیجیے کہ ہماری جماعت کے ارکان کے متعلق لوگ کیا رائے قائم کریں گے اور ان کے ظاہر سے کیا اثر لیں گے۔ آپ کو اور ہمارے تمام رفقاء کو اپنے باطن کی فکر اپنے ظاہر سے بڑھ کر ہونی چاہیے اور اسی طرح اپنے ان اعمال کی زیادہ فکر کرنی چاہیے جن پر خدا کی میزان میں آدمی کے ہلکے یا بھاری ہونے کا مدار ہے، کیونکہ اگر ایسے اعمال ہلکے رہ گئے تو بال برابر وزن رکھنے والی چیزوں کی کمی و بیشی سے میزان الٰہی میں کوئی خاص فرق واقع ہونے کی توقع نہیں ہے۔

مسلک تشیع اور ترجمان القرآن

سوال: ترجمان القرآن یوں تو اعلیٰ درجہ کا دینی پرچہ ہے، مگر شیعوں کے اعتراضات اور غلط خیالات کی تردید اس میں نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ترجمان القرآن کوئی فرقہ وارانہ پرچہ نہیں ہے کہ وہ مناظروں کا میدان بنا رہے۔ اس کا مقصد اشاعت تحریک اسلامی کو اس کی اصلی شکل میں زندہ کرنا ہے اور وہ ایک اثباتی دعوت کا علمبردار ہے۔ اس اثباتی دعوت کے خلاف نیک نیتی سے جو شکوک و شبہات اور اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں، چاہے وہ شیعوں کی طرف سے ہوں یا سنیوں کی طرف سے، اہل حدیث انھیں پیش کریں یا حنفی، اسی طرح مسلمان اس کی دعوت کو سمجھنے کے لیے کوئی استفسار کریں یا ہندو اور سکھ، سبھی کا جواب دیا جاتا ہے۔ مگر فرقہ وارانہ عصبیت رکھنے والے پرچوں کی طرح یہ صورت یہاں نہیں ہے کہ اصل دین چاہے کتنا ہی ساقط الاعتبار ہوتا چلا جائے، اس کے معاملے سے قطع نظر کر کے فقہی اور کلامی جزئیات پر محض نظری بحثا بحثی کا سلسلہ جاری رہے۔

ہماری اثباتی دعوت خود ہی مختلف فرقِ باطلہ کے غلط نظریات پر شدید ضرب لگاتی ہے۔ ابطال باطل کے اس ایجابی طریقہ کو چھوڑ کر اگر سلبی انداز اختیار کیا جائے تو آخر کس کس گروہ کے عقیدۂ فاسد اور عمل باطل کے خلاف ہم لڑتے رہیں گے۔ اس طرح تو غالباً دس صدی

بھی حصولِ مقصد کے لیے ناکافی ہوں گی۔ سیدھی بات ہے کہ جب ہم تعین سے یہ کہتے ہیں کہ حق صرف یہ ہے تو اس سے از خود یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ اس "یہ" کے خلاف جو کچھ ہے باطل ہے۔

سوال:۔ حکومتِ الٰہیہ میں شیعوں کی حیثیت کے متعلق ایک سوال کا جو جواب ترجمان القرآن میں شائع ہوا ہے، اس کا مقصد میں نہیں پا سکا ہوں۔ کیونکہ ایک طرف آپ نے خود ہی یہ تسلیم کیا ہے کہ دورِ رسالت سے خلافتِ راشدہ تک مسلمان ایک ہی گروہ تھے اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے فرقوں کا وجود ہی ثابت نہیں، لیکن دوسری طرف مذکورہ بالا جواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آپ اہلِ تشیع اور دوسرے گمراہ فرقوں کو دائرۂ اسلام ہی میں رکھتے ہیں۔ براہ کرم اپنے نظریہ کی وضاحت فرمائیے اور یہ بھی لکھیے کہ اصولی اختلافات سے آپ کی کیا مراد ہے۔

جواب:۔ میں نے اپنے اس جواب میں یہ تو صاف صاف واضح کر دیا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں اصولی اختلاف رکھنے والے فرقوں کا وجود نہ تھا اور نہ اسلام یعنی کتاب اللہ اور سنتِ نبوی نے انھیں گوارا کیا ہے۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصولی اختلاف کی بنا پر جو فرقہ بھی بنے گا، وہ امتِ مسلمہ کا جز شمار نہیں ہوگا۔ رہا یہ سوال کہ ایسے فرقوں کو عملاً حکومتِ الٰہیہ کے زیرِ سایہ کیا حیثیت دی جائے گی (یعنی انھیں اہلِ کتاب میں شمار کیا جائے گا یا ذمیوں میں) تو یہ سوال دراصل اس وقت کا ہے ہی نہیں۔ یہ سوال جب عملاً پیش آئے گا تو اس کا حل بھی ان شاء اللہ ہو ہی جائے گا۔ قبل از وقت آخر کیوں ایک فرقہ سے اس کی حیثیت کے متعلق بحث کے دروازے کھول کر وقت ضائع کیا جائے۔

اصولی اختلاف سے ہماری مراد یہ ہے کہ عقیدۂ توحید، حیثیتِ رسالت اور نظریۂ معاد کو جس طرح قرآن نے پیش کیا ہے، اس کے خلاف کوئی اور خیال آدائے دین کی اساس میں شامل کی جائے اور پھر اس بنیادی تغیر کے بعد ان عقائد اولیہ کے تقاضوں اور فرائض و واجباتِ دین میں کوئی کمی یا بیشی کی جائے۔ ان اساسی معتقدات اور ان کے صریح مقتضیات کو ہم نے دستورِ جماعتِ اسلامی میں پیش کر دیا ہے۔ جو گروہ قرآن کی نصوصِ قطعیہ سے مرتب کیے ہوئے اس دستورِ جماعتِ اسلامی کی حدود کے اندر ہیں، انھیں ہم امتِ مسلمہ کے اندر شمار کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ان حدود کو پھاندا ہے، انھیں دائرۂ امت کے باہر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ ہاں ان حدود کے اندر رہتے ہوئے استنباطی اور اجتہادی امور میں جائز حد تک اگر کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ سے جزئی اختلافات رکھتا ہے تو ایسے اختلافات کو منصوص ہدایات اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں جائز قرار دیے جائیں گے، بشرطیکہ ان اختلافات کو جداگانہ جماعت بندی اور امت سازی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

سوال:۔ ایک شیعہ دوست جو آپ کے مداح اور جماعتِ اسلامی کے لٹریچر سے قدرے متعارف ہیں، نماز با جماعت کے متعلق عجیب مسلک رکھتے ہیں، یعنی میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوں، مگر وہ یہ شکل اختیار کرنے سے اس اصول کی بنا پر بچا کرتے ہیں کہ امامِ نماز کو معصوم ہونا چاہیے۔ میں نے اس سلسلہ میں ترجمان القرآن کے بعض رسائل و مسائل میں سے کچھ اجزاء انھیں نماز با جماعت کی اہمیت اور غیر معصوم امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی گنجائش تسلیم کرانے کے لیے سنائے۔ مگر وہ کسی طرح نہیں مانتے۔ فرمائیے انھیں کس طرح سمجھاؤں۔

جواب:۔ امامِ معصوم کا عقیدہ جس نے شیعوں میں رواج پایا اور جس پر درحقیقت مسلکِ تشیع کی بنیاد قائم ہے اپنی اصل کے اعتبار سے نہ صرف یہ کہ بے اصل ہے، بلکہ شیطان کا ایک بہت بڑا دھوکا ہے، جس سے اس نے مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کو